ڈاکٹر محمد ریاض

اقبال، نظریۂ پاکستان اور نفاذِ شریعت

شرع برخیزد ز اعماقِ حیات — روشن از نورش ظلامِ کائنات
فاش می خواہی اگر اسرارِ دیں — جز به اعماقِ ضمیرِ خود مبیں

جس طرح فکرِ اقبال کی اساس و نہاد اسلامی ہے، اسی طرح پاکستان میں مکمل طور پر نفاذِ شریعت اس ملک کا تقاضا ہے اور اقبال نے اسی خاطر برصغیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی تھی۔ مگر بعض اوقات نئے اظہارِ مدعا کی خاطر، بقول اقبال، بدیہی امور کی تکرار ناگزیر ہو جاتی ہے، خصوصاً قارئین کی خاطر؛

مرا معنیٔ تازہ مدعا ست — اگر گفتہ را باز گویم رواست

ایک مصنف نے فکرِ اقبال کی اہمیت بایں الفاظ بیان کی ہے: "بیسویں صدی کے اسلامی ادب کی سب سے اہم شخصیت علامہ اقبال ہیں۔ اسلامی فکر کی تشکیلِ جدید اور وقت کے فکری اور جذباتی رجحان کو تبدیل کرنے میں ان کا حصہ سب سے نمایاں ہیں۔ اس بنا پر ہم ان کو دینی ادب کے دورِ جدید میں تجدید کی روایت کا بانی اور بیسویں صدی میں ملتِ اسلامیہ ہند و پاکستان کے ذہن کا اولین معمار قرار دیتے ہیں... اقبال نے ایک طرف دینی فکر کی تشکیلِ نو کی اور اسلامی قومیت کے تصور کو نکھارا اور دوسری طرف ملی غیرت اور جذبۂ عمل کو بیدار کیا۔ انھوں نے مغربی افکار کے طلسم کو توڑا اور قوم کو تمدنی اور سیاسی اعتبار سے اسلام کی راہ پر گامزن کرنے میں راہنمائی دی۔ یہی اقبال کا اصل کارنامہ ہے[1]"۔

اقبال نے دراصل دین و سیاست کی تفریق کی نفی کی اور اسلام کے اوامر و نواہی عملاً نافذ کرنے کی خاطر برصغیر کے مسلم اکثریتی علاقوں میں ایک اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا اور اس کے لیے مقدور بھر

۱؎ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند: دسویں جلد (اردو ادب جلد پنجم) ص ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۹

شش بھی کی۔ یہ اجمالی بات کسی قدر تفصیل کی متقاضی ہے۔

لامہ اقبال نے اپنی تصانیف کے ذریعے ہمیں جو عظیم اسرار و نکات سمجھائے ہیں، ان میں اپنی ملی میراث ملہ کی بات شامل ہے۔ پاکستان اصولاً برصغیر کی مجموعی میراثِ اسلامی کا وارث اور امین ہے۔ ۲۹ دسمبر ر کو اقبال نے الہ آباد میں کل ہند مسلم لیگ کے اجلاس میں جو صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا، وہ بے شک تاریخی ا کا حامل اور تحریکِ پاکستان کی ایک نہایت اہم دستاویز ہے، کیونکہ اس میں پہلی بار برصغیر کی تقسیم انوں کی جداگانہ مملکت کی تشکیل کی ضرورت کے سلسلے میں واضح اور مدلل صورت میں بات کی گئی ہے، بلِ پاکستان کے سلسلے میں علامہ کی مساعی اسی ایک خطبے تک محدود نہیں۔ وہ ۱۹۰۸ء سے اپنی وفات ئی تیس سال کا طویل عرصہ مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کو نمایاں کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی طنیت" اور ایک مقالے "مسلمان اور جغرافیائی حدود" کا حوالہ دے دیں۔[۵۲] نظم ۱۹۰۸ء کے اواخر ی گئی تھی اور مقالہ ۱۹۳۸ء کے اوائل میں۔ یوں اقبال کی نثر و نظم نظریۂ پاکستان کے اہداف و مقاصد بغانہ قرار دی جا سکتی ہیں۔[۵۳]

م "وطنیت" کا ذیلی عنوان "یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے" ہے۔ اس اور بعد کے لکھے جانے یگر اشعارِ اقبال کے ذکر سے ایک بحث متداول رہی ہے کہ اقبال ایک زمانے میں تصورِ وطنیت کے حامی ر بعد میں اس کے مخالف ہو گئے۔ یہ بات صحیح نہیں۔ اقبال کو حبِ وطن سے نہ کوئی بیر تھا نہ کسی ملک فیائی حدود سے انکار ـــــ پاکستان اور بنگال کا ذکر بھی ان کے ہاں جغرافیائی حدود کے ساتھ مذکور ہے۔ لستان" کا نام بھی مسلم اکثریتی صوبوں کے لیے گویا علامہ اقبال نے ہی وضع کیا تھا[۵۴]، گو بعد میں چودھری

---

۵۲ "وطنیت" شامل بانگِ درا حصہ سوم، "مسلمان اور جغرافیائی حدود"، شامل "مقالاتِ اقبال" مرتبہ سید عبدالواحد معینی۔

۵۳ دیکھیں میری کتاب۔ برصغیر کی تحریکِ آزادی اور اقبال۔

۵۴ علامہ اقبال نے اس اردو یا فارسی لفظ کو یوں وضع کیا تھا: پنجاب۔ آزاد قبائلی علاقوں (سرحد)، کشمیر، سندھ کا پہلا بلوچستان کا آخری تان۔ پس پ + ا + ک + س + تان = پاکستان۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو محمد احمد خان "اقبال کا سیاسی کارنامہ" (ترمیم شدہ ایڈیشن) ۱۹۷۷، لاہور۔ ص ۸۹۹ تا ۹۰۳۔

رحمت علی مرحوم نے انگریزی حروفِ تہجی کا سہارا لے کر اس کی وضاحت کی اور اسے اپنی اختراع قرار دیا[شہ]۔ (چوہدری صاحب کے مداح کاش ان کی کتاب میں علامہ اقبال اور قائدِاعظمؒ کے بارے میں بھی ان کے ارشادات ملاحظہ کریں)۔ بہرحال صحیح بات یہ ہے کہ علامہ اقبال نے یورپ کے قیام کے دوران نظریۂ وطنیت کے ان پہلوؤں پر غور کیا جنھوں نے بعد میں دوسری عالمی جنگوں کو جنم دیا اور دنیا میں جوع الارضی اور انسان دشمنی کی بدترین مثالیں فراہم کیں۔ اقبال نے عزمِ جزم کر لیا تھا کہ وہ اس تصور کی مخالفت کریں گے۔ نظم " وطنیت " اور مثنوی " رموزِ بیخودی " کے بعض حصے ان کے نظریات کو واضح کر دیتے ہیں :

گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے — ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے
اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے — تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے — کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اسی سے — قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اسی سے

آں چناں قطعِ اخوت کردہ اند — بر وطن تعمیرِ ملت کردہ اند
تا وطن را شمعِ محفل ساختند — نوعِ انساں را قبائل ساختند
جنتے جستند در " بئس القرار " — تا " احلوا قومھم دارالبوار "
ایں شجر جنت ز عالم بردہ است — تلخیٔ پیکار بار آوردہ است
مردمی اندر جہاں افسانہ شد — آدمی از آدمی بیگانہ شد
روح از تن رفت و ہفت اندام ماند — آدمیت گم شد و اقوام ماند

شہ چوہدری مرحوم اس کی بصورت زیر توجیہ کرتے ہیں : پنجاب سے P ، افغانیہ (سرحد) سے A، کشمیر سے K ، ایران سے I ، سندھ سے S ، طخارستان (قدیم ایران کا ایک صوبہ) سے T ، افغانستان سے A اور بلوچستان سے N ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ان کی کتاب NOW OR NEVER کیمبرج (اشاعت دوم) ۱۹۳۴ء اور PAKISTAN THE LETHER LAND OF THE PAK NATION مطبوعہ لاہور (بک ٹریڈرز پبلشرز بکس نمبر ۱۸۵۴) ۱۹۴۸ء صفحہ ۲۲۴، ۲۲۵۔

تا سیاست مسندِ مذہب گرفت　　　این شجر در گلشنِ مغرب گرفت

قصہ دینِ مسیحائی فسرد　　　شعلۂ شمعِ کلیسائی فسرد

نظریۂ وطنیت کے مضرات اقبال کے کئی خطبات اور مکتوبات سے واضح ہیں۔ خصوصاً ان کے آخری مبسوط مقالے سے جس کا حوالہ اوپر مذکور ہوا اور اسی مناسبت سے مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم نے انھیں امام العصر کہا تھا۔ اقبال نے مولانا کے نام اپنے مکتوب مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۳۳ء میں لکھا تھا: "آپ نے اپنے پہلے خط میں وطنیت کے اصول پر اسلام کے اصولِ اجتماعی کو ترجیح دینے میں مجھے امام العصر کہا ہے جس کے لیے میں آپ کا شکرگزار ہوں۔"[۵۶]

نظریۂ وطنیت بدقسمتی سے دنیا کے اکثر ممالک پر مستولی ہے اور ان میں مسلم ممالک بھی شامل ہیں اور اس نظریے کے برے اثرات دنیا دیکھ رہی ہے۔ علامہ اقبال نے برصغیر کے مسلمانوں کو جہاں نظریۂ وطنیت سے محذور کیا، وہاں انھیں اپنے جداگانہ تشخص کے بارے میں نت نئے اسالیب کے ذریعے آگاہ کیا۔ اپنی یادداشتیں "شذراتِ فکر" میں اقبال اورنگ زیب عالمگیر (وفات ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) کو برصغیر میں مسلم قومیت کا بانی قرار دیتے ہیں۔[۵۷] کیونکہ اس حکمران کی قومی خدمات ان کے پیشِ نظر تھیں۔

اپنے خطبۂ الٰہ آباد میں اقبال نے اپنے آپ کو مدنیت اسلام کے ایک مبصر کے طور پر متعارف کرایا تھا: "میں نہ تو کسی جماعت کا قائد و رہنما ہوں اور نہ کسی کا پیرو ہی ہوں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اسلام، اس کی فقہ، سیاست، ثقافت، تاریخ اور ادب کا بہت قریبی نظر سے مطالعہ کرنے میں میں نے زندگی کا بیشتر حصہ بسر کیا ہے۔ تعلیماتِ اسلام کی روح سے میں اس قدر متواتر وابستہ رہا ہوں جیسا کہ عہد بہ عہد وہ اپنا اظہار کرتی رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس چیز نے ایک بصیرتِ دردنی مجھ میں پیدا کر دی ہے کہ اسلام ایک عالمی حقیقت کبریٰ کے طور پر کیا حیثیت رکھتا ہے۔"[۵۸] وہ مسلمانانِ ہند سے کہتے

---

[۵۶] اقبال نامہ (مجموعہ مکاتیب) جلد اول مرتبہ شیخ عطاء اللہ، ص ۲۴۱

[۵۷] STRAY REFLECTIONS مرتبہ ڈاکٹر (جسٹس) جاوید اقبال، ص ۴۴ تا ۴۸

[۵۸] ماہنامہ ماہِ نو کراچی، تحریکِ پاکستان نمبر مارچ ۱۹۶۸ء ص ۱۰۱

ہیں کہ وہ اپنی ثقافت کے تحفظ کا بندوبست کریں اور اس کی یہی صورت ہے کہ مسلم اکثریتی منطقوں میں مسلمانوں کی عمل داری مستحکم ہو جائے۔ ۱۹۳۲ء میں کل ہند مسلم کانفرنس کے اجلاس لاہور میں انھوں نے جو خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا، اس میں بھی مسلم قومیت کے بقا کی باتیں دہرائی گئی ہیں۔ ۲۰ مارچ ۱۹۳۷ء کے مکتوب میں انھوں نے قائداعظم کو یوں لکھا تھا: "ہند کے اندر اور اس برصغیر سے باہر بھی لوگوں کو یہ بتانے کی بڑی سخت ضرورت ہے کہ ہندوستان میں اقتصادی مسئلہ ہی نہیں، اور بھی بہت سے مسئلے ہیں کیونکہ مسلمانانِ ہند کا جہاں تک تعلق ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے تہذیبی ورثے کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے بلکہ یہ مسئلہ اقتصادی مسئلے سے زیادہ اہم ہے۔"

اپنے مکتوب مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء میں علامہ اقبال نے قائداعظم کو اقتصادی مسئلے کے بارے میں لکھا تھا:

"جواہر لال نہرو کی لادین اشتراکیت مسلمانوں میں کبھی مقبول نہ ہوگی، لہٰذا سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی غربت کا علاج کیا ہے؟ مسلم لیگ کا سارا مستقبل اس بات پر منحصر ہے کہ وہ کس حد تک مسلمانوں کے اس مسئلے کا حل نکالتی ہے ... اس کا حل شریعتِ اسلام کے نفاذ میں مضمر ہے کہ نئے تصوراتِ زمانہ اس کے ساتھ مل کر معاشی ترقی کی نئی راہیں کھول سکتے ہیں۔ شریعتِ اسلام کا گہرا اور بہت دقتِ نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے میں پہنچا ہوں کہ اگر اس قانونِ الٰہی کے مضمرات کو اچھی طرح سمجھ کر اس پر صحیح عمل کیا جائے تو پھر ہر شخص کے لیے حق روزی محفوظ ہو جاتا ہے۔ مگر جب تک ایک یا زیادہ مسلم ریاستیں یہاں وجود میں نہ آئیں، شریعتِ اسلام کا نفاذ ناممکن ہے۔ میں کئی سال سے اس عقیدے کا زیادہ سے زیادہ قائل رہا ہوں اور اب بھی میرا یہی خیال ہے کہ مسلمانوں کا معاشی مسئلہ اور ہند کا امن و عافیت کا مسئلہ اس ملک کی تقسیم سے حل ہو سکتا ہے ... مسلم ہند کے لیے ان مسائل کا حل اسی وقت ممکن ہوگا جب برصغیر کو دوبارہ تقسیم کیا جائے اور مسلم اکثریت والے علاقوں میں ایک یا زیادہ ریاستیں قائم ہوں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اب بھی اس مطالبے کا وقت نہیں؟ ایسا مطالبہ ہی جواہر لال نہرو کی لادین اشتراکیت کا توڑ ثابت ہوگا۔"

منقولہ اقتباس ہمارے موضوع زیرِ بحث کو واضح کر دیتا ہے۔ یعنی اقبال برصغیر کی تقسیم اور اسلامی ریاست کے قیام کے اس لیے مؤید تھے کہ یہاں برصغیر کے مسلمانوں کا تہذیبی ورثہ محفوظ رہے اور پنپتا رہے، نیز یہاں پر شرع کا نفاذ ہو۔ تمکن فی الارض کے یہی آداب اور اصول قرآنِ مجید میں بھی مذکور ہیں۔

اقبال نے قائد اعظم کو بعض مکتوبات اس زمانے میں لکھے جب انھوں نے مثنوی "پس چہ باید کرد" تخلیق کی ہے۔ اس مثنوی میں وہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ادنیٰ پرندوں کو بھی اپنے آشیانوں کا پاس ہے مگر تم اپنے آشیانہ (اسلامی ریاست) بنانے کے معاملے میں پرندوں سے بھی گئے گزرے ہو:

از مقامِ خویش دور افتادۂ کرگسی کم کن کہ شاہین زادۂ
مرغک اندر شاخسارِ بوستاں برمرادِ خویش بندد آشیاں
تو کہ داری فکرتِ گردوں مسیر خویش را از مرغکے کمتر مگیر
دیگر ایں نُہ آسماں تعمیر کن برمرادِ خود جہاں تعمیر کن

اس مثنوی کا ایک عنوان "در اسرار شریعت" ہے۔ اسی حصے کے دو شعر ہم نے اس گفتگو کی ابتدا میں لکھے ہیں۔ ان کوئی چار درجن اشعار میں اقبال نے اسلام کے معاشی نظام کے خدوخال نہایت معنی خیزی کے ساتھ بیان کیے ہیں: از روئے اسلام مال و دولت وہی پسندیدہ ہے جس سے دین کو تقویت دی جائے اور خلق خدا کی مدد کی جائے۔ اگر یہ دو مقصد پیشِ نظر نہ ہوں تو مال کی فراوانی فسادِ اخلاق کا موجب ہوگی۔ اسلام، حلال و حرام کی تمیز کرنے کا درس دیتا ہے مگر یورپ کے سرمایہ دارانہ نظام نے یہ تمیز اٹھا رکھی ہے۔ فکرِ یہود نے بنک اختراع کر کے سود خواری کی لعنت عام کر رکھی ہے اور دولت کے بل بوتے پر امیر حکومتیں بے ثروت حکومتوں کو دبا کر دنیا میں فساد اور بے نظمی پھیلا رہی ہیں۔ اسلام کا نظامِ حیات ہو تو دنیا ایک متوازن اور متعادل معاشی طریق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گی۔ اس دین کی معیشت ذیل کی خصوصیات کی حامل ہے: (الف) حلال و حرام کی تمیز اور نتیجۃً عدل اور تسلیم و رضا کے اصول کے تداول سے تعمیرِ انسانی۔ (ب) قرآن مجید کی معاشی رہنمائی اس بات کی متضمن ہے کہ دنیا میں انسان کو آبرومندانہ حقِ رزق ملے اور کوئی اپنے آپ کو دوسرے کا دستِ نگر نہ جانے۔

علامہ اقبال نے "در اسرار شریعت" والے اشعار ۱۹۳۶ء میں لکھے تھے اور "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کو قائم ہوئے ۳۴ سال گزرنے کے بعد بھی ہم آج ان سے رہنمائی حاصل کر کے اسلامی نظام معیشت عملاً نافذ کرنے کا سوچ سکتے ہیں:

تا ندانی نکتۂ اکلِ حلال برجماعت زیستن وبال

امتے بر امتے دیگر چرد — دانہ ایں می کارد، آں حاصل برد
از ضعیفاں ناں ربودن حکمت است — از تنِ شاں جاں ربودن حکمت است
شیوۂ تہذیبِ نو آدم دری است — پردۂ آدم دری، سوداگری است
ایں بنوک، ایں فکرِ چالاکِ یہود — نورِ حق از سینۂ آدم ربود
تا تہ و بالا نگردد ایں نظام — دانش و تہذیب و دیں سودائے خام
از شریعت "احسن التقویم" شو — وارثِ ایمانِ ابراہیمؑ شو
بندہ تا حق را نبیند آشکار — برنمی آید ز جبر و اختیار
تو یکے در فطرتِ خود غوطہ زن — مردِ حق شو، برظن و تخمین متن
اے کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم — تا کجا از حجرہ می باشی مقیم؟
در جہاں اسرارِ دیں را فاش کن — نکتۂ شرعِ مبیں را فاش کن
کس نگردد در جہاں محتاج کن — نکتۂ شرعِ مبیں این است و بس

برصغیر کے کئی لکھنے والوں نے ... پر کافی وردانی لکھا ہے کہ قائداعظمؒ اور اقبالؒ ایسے اتحاد کے پیغامبر
نے تقسیم ہند پر اصرار کیوں کیا؟ - یہاں مجھے مختصراً اقبال کے حوالے سے بات کرنا ہے۔ اقبال بے شک ہندو مسلم
رواداری کے حامی تھے، مگر انھیں مسلم قومیت و ملیت کا استہلاک گوارا نہ ہو سکتا تھا، خصوصاً جب
ہندو سیاسی نیتاؤں کے عزائم آشکار ہو چکے تھے۔ وہ آخر تک ہندوؤں سے یہی گزارش کرتے رہے کہ:

سخن[۵۹] درشت مگو در طریقِ یاری کوش — کہ صحبتِ من و تو در جہان خدا سازاست

مگر ہندوؤں کے فرقہ وارانہ عزائم کے پیشِ نظر وہ ۱۹۰۹ء میں ایک خاص عصبیت پر زور دیتے نظر آتے
چنانچہ ۲۸ مارچ ۱۹۰۹ء کو انھوں نے منشی غلام قادر فرخ امرتسری کے نام جو خط لکھا، اس میں ان
تجویز تقسیم ہند کا دھندلکا دیکھا جا سکتا ہے:

---

۵۹ گفتارِ اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل لاہور ۱۹۶۹ء میں مثلاً دیکھیں اقبال کا پیغام ص ۱۳۴، ۱۳۵، جو
ہندوؤں اور ہندو صحافیوں کے نام تھا۔ یہ پیغام روزنامہ "انقلاب" لاہور میں ۱۰ ستمبر ۱۹۳۱ء کو شائع ہوا تھا۔

" میں خود اس خیال کا حامی رہ چکا ہوں کہ امتیازی مذہب اس ملک سے اٹھ جانا چاہیے اور اب تک پرائیویٹ زندگی میں اس پر کاربند ہوں، مگر اب میرا یہ خیال ہے کہ قومی شخصیت کو محفوظ رکھنا ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے ضروری ہے۔ ہندوستان میں ایک مشترک قومیت پیدا کرنے کا خیال اگرچہ نہایت خوب صورت ہے اور شعریت سے معمور ہے، تاہم موجودہ حالات اور قوموں کی نادانستہ رفتار کے لحاظ سے ناقابلِ عمل ہے"[۱۰]

اقبال کے نزدیک برصغیر میں کسی اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد مختصراً سہ جانبہ مقاصد والا تھا: (۱) میراثِ اسلامی خصوصاً برصغیر کی ثقافتِ اسلامیہ کا تحفظ (۲) ان مسلم اکثریتی علاقوں کا جغرافیائی تحفظ اور دفاع (۳) اس اسلامی ریاست میں نفاذِ شریعت۔ اس سلسلے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے مجلہ "جوہر" کے اقبال نمبر ۱۹۳۸ء میں لکھا تھا: " سیاست میں اقبال کا نصب العین محض کامل آزادی ہی نہ تھا بلکہ وہ آزاد ہندوستان میں دارالسلام کو اپنا حقیقی مقصود بنائے ہوئے تھے، اس لیے وہ کسی ایسی تحریک کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ تھے جو ایک دارالکفر کو دوسرے دارالکفر میں تبدیل کرنے والی ہو"[۱۱]

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ تقسیمِ ہند کا مطالبہ پیش کرنے کے بعد اقبالؒ کی فکر مجوزہ اسلامی ریاست کے قیام پر زیادہ متوجہ رہی۔ ۱۹۲۸ اور ۱۹۲۹ء کے دوران حضرت علامہ نے چھ انگریزی خطبات لکھے اور پڑھے جو بعد میں ایک خطبے کے اضافے کے ساتھ "تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" کے نام سے اردو میں منتقل ہوئے ہیں۔ ان خطبات میں اسلامی نظامِ حیات کے لیے عقلی دلائل دیے گئے ہیں۔ علامہ اقبال کی نثر و نظم کی ایک خصوصیت قابلِ ذکر ہے۔ وہ ہر مسئلے کے جملہ پہلوؤں پر غور کرتے اور ایسے دلائل لاتے ہیں جو مسکت ہوں اور بے نظیر بھی۔ انسانی تصانیف میں خامیوں اور محدودیتوں کا وجود ناگزیر ہے، مگر ان خطبات اور ۱۹۳۵، ۱۹۳۶ء کے بعض مقالوں میں عقیدۂ ختمِ نبوت، دل و دہنی کے شعور کے فرق، اسلامی ثقافت کی ممتاز اقدار اور اجتہاد وغیرہ کے موضوع پر اقبال نے تفصیل سے لکھا۔

---

[۱۰] مولانا عبدالمجید سالک۔ ذکرِ اقبال، ۱۹۵۵ء ص ۹۴

[۱۱] مجلہ جوہر اقبال نمبر ۱۹۳۸ء (جامعہ ملیہ دہلی)، ص ۴۰

پہلی گول میز کانفرنس منعقد ہونے کی جب خبر گرم ہوئی، تو اقبال ان دنوں (اور حتیٰ کہ مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد کے بعد بھی) مسلم اکثریت والے صوبوں کے مسلمان زعما کی ایک کانفرنس منعقد کرنا چاہتے تھے جسے وہ اپر انڈیا یا نارتھ انڈیا مسلم کانفرنس کے نام سے یاد کرتے رہے۔ اس دوران کل ہند مسلم لیگ نے انھیں ۱۹۳۰ء کے اجلاس کی صدارت کی درخواست کی جسے انھوں نے قبول کر لیا۔ کئی ماہ کی خط و کتابت کے بعد طے ہوا کہ یہ اجلاس دسمبر کے آخری دنوں میں الہ آباد میں منعقد ہوگا۔ یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اقبال نے مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کو پہلی گول میز کانفرنس کی شرکت پر ترجیح دی۔ اس دوران اور اس کے بعد شائع ہونے والی ان کی تصانیف میں اسلامی نظامِ حیات کی خصوصیات بے نظیر اور دلآویز طریقے سے بیان ہوئی ہیں۔

اقبالؒ بنظرِ قائدِ اعظمؒ

مصورِ پاکستان اور بانیٔ پاکستان ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے رہے اور ان کے فکری و عملی اتحاد نے ہی منزلِ حصولِ پاکستان کو قریب تر کیا۔ قائد اعظم کو مسلمانانِ ہند کی قیادت سنبھالنے کی خاطر آخری بار جو حضرات انگلستان سے ہندوستان لائے، ان میں علامہ اقبال کا نام بہت نمایاں ہے۔ اقبال بظاہر لقب "قائد اعظم" کے واضع بھی تھے[۱۸]۔ انھوں نے پنجاب میں مسلم لیگ اور قائد اعظم کی مقبولیت و محبوبیت کی خاطر ان تھک محنت کی۔ قائد اعظم کے نام ان کے خطوط کا ذکر ہو چکا۔ ان خطوط میں وہ قائد اعظم کو یاد دلاتے ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص برصغیر کے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے کا اہل نہیں۔ (دیکھیں مکتوب مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء)، اسی طرح وہ طلبہ اور اپنے ارادت مندوں سے نجی محفلوں میں تلقین کرتے رہے کہ قائد اعظم کی حمایت کریں۔ ان کے کئی بیانات اور ملفوظات "گفتار اقبال" اور "اقبال کے حضور" نام کے مجموعوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ دوسری طرف قائد اعظم نے اقبال کے بارے میں جو کچھ کہا، وہ ان کی اقبال دوستی کے علاوہ اقبال شناسی کا بھی مظہر ہے۔ دونوں رہبروں کی وسعتِ ظرف ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ان کے ہاں نہ خود ستائی نظر آتی ہے نہ تنگ نظری اور معاصرانہ چشمک۔ شاہد حسین

---

[۱۸] ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی : اقبال کے آخری دو سال، ص ۱۱۱

رزاقی کی کتاب "اقبال اور سیاسیات" (دکن ۱۹۴۱ء) کے دیباچے میں قائد اعظم نے اقبال کو تحریک پاکستان کا فکری رہنما بتایا ہے[۱۳]۔ ان کے نزدیک تصانیفِ اقبال کی قدر و قیمت کسی مملکت کی قدر و قیمت سے بیشتر ہے۔ ۱۹۴۲ء میں انھوں نے رسالہ "دی آن ورڈ" الہ آباد کے ایڈیٹر کو علامہ اقبال کے افکار اور تحریکِ پاکستان سے ان کی وابستگی کے بارے میں ایک انٹرویو دیا۔ انھوں نے اقبال کے فلسفۂ خودی پر دلپذیر اشارے کیے، ان کے پیغام کے نکات سمجھائے اور تحریکِ پاکستان میں ایک عملی سیاست دان کے طور پر ان کی شرکت کو سراہا[۱۴]۔ ۱۹۴۳ء میں جب مکتوباتِ اقبال بنام جناح پہلی بار شائع ہوئے، تو قائد اعظم نے ان کے مکاتیب کے "پیش لفظ" میں علامہ اقبال سے اپنی فکری و عملی ہم آہنگی اور حکیم الامت کی رہبرانہ استعداد کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا تھا۔ ہم نے یہاں ان دونوں بزرگوں کے احترام متقابل کے صرف چند امور کی طرف اشارہ کیا ہے۔

پاکستان علامہ اقبال کی وفات سے نو سال بعد قائم ہوا۔ انھوں نے اس کا تصور محض اس لیے پیش کیا تھا کہ اس میں نفاذ شریعت ہو۔ وہ ہمیشہ اسلام کی نشر و اشاعت میں سرگرم رہے۔

Dr. Zakir Hussain Library
Jamia Nagar
J.M.I. New Delhi

---

۱۳ WRITINGS OF THE QUAID-E-AZAM مرتبہ احمد سعید (لاہور ۱۹۷۶ء) ص ۱

۱۴ پاکستان پکٹوریل (انگریزی) اقبال نمبر ستمبر ۱۹۷۷ء، ص ۸ مقالہ از پروفیسر ضیاء الدین احمد
IQBAL, CONCEPT OF ISLAMIC POLITY